پرحکمت تاویلات پر ظاہر پرستوں کا مضحکہ خیز ردعمل

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرشوکت کلام

مسلم مشاہیر کی نظر میں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲/اپریل ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیات تلاوت کیں:

أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱﴾ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللّٰهُ لَهُ رِزْقًا ﴿۱۲﴾

(الطلاق: ۱۱-۱۲)

اور پھر فرمایا:

حکومت پاکستان کی طرف سے مبینہ قرطاس ابیض میں احمدیت اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر جو اعتراضات اٹھائے گئے ہیں آج کا خطبہ بھی انہی اعتراضات کے جوابات

کے سلسلہ کا ایک حصہ ہے۔ آج میں نے دو اعتراضات تو ایسے لئے ہیں جن کا ذکر میں پہلے بھی آپ کے سامنے کر چکا ہوں لیکن جس طرح قرطاس ابیض میں یہ اعتراض دو حصوں میں بانٹ کر اٹھایا گیا ہے اسی طرح اس کا جواب بھی دو حصوں میں بانٹ کر دیا جا رہا ہے۔

ایک اعتراض تو عمومی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا اور انگریزوں کی خوشامد کی جس سے صاف ثابت ہوا کہ وہ خود کاشتہ پودا ہیں یا جماعت احمدیہ خود کاشتہ پودا ہے۔ اسی اعتراض کو ایک اور رنگ میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ سکھوں کے دور حکومت میں حضرت مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے انگریزوں کی بہی خواہی اور خیر خواہی میں اس مفسدہ کے دوران جو ۱۸۵۷ء کا مفسدہ کہلاتا ہے پچاس گھوڑے اور پچاس جنگجو سپاہی اپنے خرچ پر فراہم کئے اور اس طرح ایک جہاد کے دوران مسلمانوں کے خلاف ان کے والد نے انگریزوں کی مدد کی۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی ایسی لڑائی نہیں لڑی جسے مخالفین بطور مثال پیش کر سکتے اور یہ کہہ سکتے کہ دیکھو مرزا صاحب نے نہ صرف جہاد کے خلاف فتویٰ دیا بلکہ عملاً بھی فلاں موقع پر جبکہ مسلمان مصروف جہاد تھے انہیں روک دیا گیا یا ان کی مخالفت کی گئی اس لئے اب یہ بہت دور کی کوڑی لائے ہیں اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء واجداد کے واقعات بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیا۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس دعویٰ پر بناء کی گئی ہے وہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔ پاکستان کے آج کل کے مورخین غدر کے واقعات کو اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ گویا وہ مسلمانوں کا انگریزوں کے خلاف ایک جہاد تھا اور تمام مسلمان متحدہ طور پر اس جہاد میں انگریز کے خلاف لڑائی میں مصروف تھے جبکہ یہ بات ہی بالکل جھوٹی ہے۔ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ جو واقعات تاریخ سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ بہادر شاہ ظفر کے دور حکومت کے آخر میں بعض فتنہ پردازوں نے جن میں پیش پیش اس زمانہ کے ہندو اور بدھ مذہب لوگ تھے نہ صرف یہ کہ بہادر شاہ کو گھیرے میں لے رکھا تھا بلکہ بعض مسلمان علماء کو بھی گھیرے میں لے کر ان سے زبردستی فتویٰ لئے جا رہے تھے کہ یہ جہاد ہے اور جہاں تک عام مسلمانوں کا تعلق ہے ان میں سے بھاری اکثریت اس میں شریک نہیں ہوئی بلکہ وہ علماء جو اسلام کے مسائل سے آگاہ تھے جن میں شعور بھی تھا اور تقویٰ بھی تھا وہ کھلم کھلا اس کے خلاف فتویٰ دے رہے

تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ ایک فساد ہے اس کا نام جہاد رکھنا بالکل غلط ہے بلکہ بڑے سخت الفاظ میں ان لوگوں کو یاد کر رہے تھے جو اس میں شامل ہوئے ۔ اگر یہ غدر کامیاب ہو جاتا تو اس کے نتیجہ میں ہرگز کوئی اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم نہ ہوتی ۔ تاریخ کا ادنیٰ سا علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں انگریز کی حکومت کی بجائے ہندو کی حکومت آتی اور ہندوؤں کی حکومت نے انہی مسلمانوں کو پہلے حال سے بھی بدتر کر دینا تھا۔ پس یہ واقعہ رونما ہونے والا تھا۔ بہت سے باشعور مسلمان علماء نے معاملات کو بھانپتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اسے اسلامی جہاد قرار نہیں دیا بلکہ اس کے خلاف فتوے دیئے۔

اس سارے واقعہ کے بعد مبینہ وائٹ پیپر میں ایک نتیجہ یہ بھی نکالا گیا ہے اور وہ بہت دلچسپ ہے کہتے ہیں کہ غلام مرتضٰی صاحب نے اپنی جیب سے اتنی مدد کی ، گھوڑوں اور سواروں پر خرچ کیا تاہم ان کے خاندان کی حالت پتلی ہوتی چلی گئی اور جس گورنمنٹ عالیہ کو ان کے باپ نے مسلمان بھائیوں کے خلاف مدد پہنچائی تھی اس نے بھی ان کی کوئی قدر نہ کی ۔ معاندین کے اس نتیجہ سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ کیا واقعہ ہوا تھا اور کس لئے وہ مدد کی گئی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی ذاتی غرض کے لئے انگریز کی کبھی کوئی مدد کی نہ کبھی انگریز کی طرف سے خیر کا ایک ذرہ بھی آپ کو یا آپ کی جماعت کو پہنچا۔ نہ آپ کے آباء واجداد میں سے کسی نے ذاتی غرض کے لئے کوئی خدمت کی اور نہ کبھی انگریز کی طرف سے انہیں کوئی فیض پہنچا۔ یہ حصہ تو بہر حال انہوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے برعکس جن کو فیض پہنچا وہ کون لوگ تھے وہ چند علماء تھے جن کا تعلق وہابیہ فرقہ یا دیوبندی فرقہ سے تھا یعنی موجودہ دور میں جماعت کے جو اشد ترین مخالفین ہیں ان کے آباؤ اجداد ہی تھے یہی وہ لوگ تھے جو امر واقعہ کے طور پر بڑی شدت کے ساتھ انگریز کی حمایت کر رہے تھے ۔ علاوہ ازیں بعض شیعہ علماء بھی تھے جو بڑی شدت کے ساتھ انگریز کی حمایت کر رہے تھے ۔ چنانچہ ان سب کو انگریزوں سے فیض پہنچے اور نہ تو یہ کسی بھلائی کے جذبہ سے تھے اور نہ کسی قومی مصلحت کی وجہ سے تھے بلکہ ان کے ساتھ ذاتی اغراض بھی وابستہ تھیں ۔ چنانچہ قیصر التواریخ جلد دوم صفحہ ۳۵۱ پر درج ہے کہ:

”بغاوت فرو ہونے کے بعد جن لوگوں کو صلہ و انعام سے نوازا گیا ان میں لکھنؤ کے ممتاز عالم و مجتہد سلطان العلماء سید محمد صاحب بھی تھے جنہیں سرکار

انگریزی سے آٹھ سو روپیہ ماہوار کی پنشن دائمی نسلاً بعد نسلٍ مقرر ہوئی۔‘‘

یہ عجیب بات ہے کہ انگریز ایک ایسے خاندان کو جس سے متعلق یہ مولوی کہتے ہیں کہ اسے یا اس کی جماعت کو انگریز نے اپنے ہاتھ سے کاشت کیا تھا انہیں تو اس طرح بھلا دیا گیا کہ انعام دینا تو درکنار ان کی اپنی ضبط شدہ جائیدادیں بھی واگذار نہیں کیں اور نہ کسی خطاب یا القاب سے نوازا لیکن دوسری طرف ان علماء کو جو ہم پر معترض ہیں ان کو نہ صرف یہ کہ جائیدادیں دیں، مربعے دیئے بلکہ ان کے لئے نسلاً بعد نسلٍ وظیفے جاری کر دیئے۔

جہاں تک بزرگان دیو بند کا تعلق ہے ان کے حالات میں ان کی اپنی ہی ایک کتاب سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ مولانا عاشق الٰہی صاحب ایک کتاب تذکرۃ الرشید جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی سوانح عمری پر مشتمل ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

’’ان ایام میں آپ (مولوی رشید احمد گنگوہی) کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے حفاظت جان کی غرض سے تلوار اپنے پاس رکھتے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولانا محمد قاسم نانوتوی جو دیو بند کے جد امجد ہیں) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مکی) و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما اور دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔‘‘

یہ ہے ان کا قصہ۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے اس وقت تو جماعت احمدیہ قائم ہی نہیں ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی چھوٹی عمر کے تھے مگر بہر حال بعد کے زمانہ میں بھی معاندین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا جماعت احمدیہ کے متعلق کوئی ایسا اعتراض نہیں کر سکتے کہ جس میں آپ یا آپ کی جماعت نے مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نعوذ باللہ من ذلک کبھی کوئی لڑائی کی ہو لیکن جس کو یہ خود مسلمانوں کے مفاد کی لڑائی کہہ

رہے ہیں اور جس کے متعلق بار بار بانگ دہل یہ اعلان کر رہے تھے کہ وہ اسلام کی خاطر ایک جہاد ہو رہا تھا اور وہ مسلمانوں کے مفاد میں تھا اس کے متعلق ان کے آباء واجداد کا قصہ یہ ہے کہتے ہیں کہ:

''اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پیر جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے طیار ہو گیا۔

اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمیں نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید ہو گئے۔'' (تذکرۃ الرشید۔ میرٹھ حصہ اول صفحہ ۷۴، ۷۵)

یہ ہے ان کا جہاد جسے اپنے منہ سے تسلیم کر رہے ہیں کہ وہ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کا جہاد تھا اور آج جو جماعت احمدیہ پر بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والے ہیں ان کے آباء واجداد اس جہاد میں یہ کچھ کر رہے تھے لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے وہ کوئی جہاد نہیں تھا۔ اس وقت کے خدا ترس اور چوٹی کے علماء مسلمانوں کو متنبہ کر رہے تھے کہ یہ فتنہ و فساد ہے اس میں ملوث نہ ہوں یہ تمہارے مفادات کے خلاف ہے۔ چنانچہ دہلی کے نامور عالم مولانا میر محبوب علی صاحب کے بارہ میں ''ارواح ثلاثہ'' جو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے حاشیہ اور آپ کے نوٹس کے ساتھ شائع ہوئی، میں لکھا ہے:

''غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ انہی میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے''۔

(ارواح ثلاثہ مع حواشی و ملاحظات الشیخ اشرف علی تھانوی حکایت نمبر ۲۶۶)

اور آج جو اسے جہاد قرار دے رہے ہیں ان کے اپنے فرقہ کے چوٹی کے بزرگ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس جہاد کے متعلق لکھا:

’’مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔‘‘

(اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۹ نمبر ۱۰)

اس جہاد میں جماعت احمدیہ کے بانی کے والد صاحب نے شرکت نہیں کی یہ ہے اعتراض جماعت احمدیہ پر اور کہتے ہیں کہ اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

’’مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے .....بغاوت 1857ء کو شرعی جہاد نہیں سمجھا بلکہ اس کو بے ایمانی وعہد شکنی وفساد وعناد خیال کر کے اس میں شمولیت اور اس کی معاونت کو معصیت قرار دیا۔‘‘

(اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۸)

سرسید احمد خان صاحب نے تو اسباب بغاوت ہند میں اس مفسدہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ایک لمبی کہانی ہے خلاصہ یہ ہے کہ سرسید احمد خان صاحب نے اسے بغاوت قرار دیا بلکہ حرام زدگی کہا (تفصیل کے لئے دیکھیں رسالہ اسباب بغاوت ہند مولفہ سرسید احمد خان کراچی۔ اردو اکیڈمی سندھ 1957ء)

یہ عجیب ظلم ہے اور اسلام کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر یہ کہ خدا کا کچھ خوف نہیں کرتے کہ جس چیز کو ان کے آباء واجداد حرامزدگی تک کہہ رہے ہیں اس کو آج اسلامی جہاد کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے **نعوذ باللہ من ذلک**۔ یہ قرآن کریم اور اسلام کے تصور جہاد پر بہتان عظیم ہے اور حد ہے کہ انہیں کوئی حیا نہیں آتی کہ وہ اسلامی جہاد کے ساتھ اس حرام زدگی کو صرف اس لئے ملا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کا موقع ملے۔

ایک اور اعتراض جو پہلے بھی اٹھایا گیا ہے اور جس کے ایک حصہ کا جواب بھی پہلے دیا جا چکا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دمشق کے منارہ پر نزول سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے اس کے اس حصہ کا جواب دیا تھا جس میں یہ ذکر تھا کہ مسیحؑ دو زرد چادروں میں لپٹا ہوا آئے گا اور انہوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسی غلط، بے معنی اور لغو تاویل ہے کہ زرد چادروں سے مراد بیماریاں ہیں۔ چنانچہ میں نے بیان کیا کہ اگر زرد چادروں کے بارہ میں کوئی تاویل تمہیں پسند نہیں تو پھر حدیث کے الفاظ کے ظاہری معنی تسلیم کرو اور یہ مت بھولو کہ ظاہری طور پر زرد کپڑوں سے

متعلق حضرت رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس لئے کوئی مسلمان زرد کپڑے استعمال نہ کرے۔

اب میں اس اعتراض کا دوسرا حصہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں مبینہ وائٹ پیپر (''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ''۔اسلام آباد برق سنز پرنٹرز لمٹیڈ ۱۹۸۴ء) میں اس اعتراض کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''احادیث نبوی میں بڑی صراحت اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق میں اتریں گے اور مسلمانوں کو عظیم فریب کار ''الدجال'' کے فتنہ سے نجات دلائیں گے لیکن مرزا صاحب اس حدیث کو مضحکہ خیز تاویل سے اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔''

(مفہوم از حاشیہ ازالہ اوہام صفحات ۶۳ تا ۷۳ طبع اول)

اس کے بعد وہ تاویلیں درج ہیں کہ دمشق سے مراد دمشق نہیں بلکہ مثیل دمشق ہے اور مسیحؑ سے مراد مسیحؑ نہیں بلکہ مثیل مسیحؑ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اتنی مضحکہ خیز تاویلیں کرنے والا شخص کیا اسلام اور عالم اسلام کے لئے خطرہ نہیں ہے؟

اس اعتراض کے جواب کو میں نے دو طریق سے لیا ہے ایک تو یہ کہ لفظ نزول کیا ہے اور ان کے نزدیک نزول کا ترجمہ یہ کرنا کہ آسمان سے اترنے کی بجائے کوئی شخص پیدا ہو گیا ہے، یہ کیوں مضحکہ خیز ہے۔کیا اس دعویٰ میں کوئی معقولیت ہے کہ نزول کا ترجمہ آسمان سے اترنے کی بجائے زمین پر پیدا ہونا کرلیا جائے ۔۔۔۔۔دوسرا یہ کہ یہ مضحکہ خیزی کیوں کی۔اگر یہ مضحکہ خیزی جو جماعت کی طرف منسوب کی جارہی ہے اسے تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دوسری صورت کیا بنتی ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ وہ مضحکہ خیز ہے یا یہ تاویل مضحکہ خیز ہے جو جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔اب میں ان دونوں پہلوؤں سے اس مسئلہ کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سب سے پہلے تو لفظ ''نزول'' کی بحث ہے۔قرآن کریم میں یہ لفظ بار بار مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے اور اس میں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے ہر وہ چیز جو غیر معمولی فائدہ رکھتی ہے اور جسے خدا تعالیٰ نے ایک عظیم احسان کے طور پر دنیا کو عطا کیا ہے اس کے لئے قرآن کریم لفظ نزول

استعمال فرماتا ہے۔اس کے علاوہ ظاہری طور پر کسی چیز کے گرنے کو بھی نازل ہونا کہا جاتا ہے۔اس سے انکار نہیں مگر کلام الٰہی کا ترجمہ یا کلام الٰہی کے معنی حاصل کرنے ہوں تو اس کی مثالوں سے ہی وہ روشن ہو سکتے ہیں۔اس سلسلہ میں ایک آیت میں آپ کے سامنے لفظ ’’نزول‘‘ کے بارہ میں رکھتا ہوں اور پھر اس پر ان کے مسلک کا اطلاق کر کے دکھاتا ہوں کہ اگر جماعت احمدیہ کی تاویل کو نہ مانا جائے اور اسے مضحکہ خیز قرار دیا جائے تو ان کی تاویل کی رو سے اس آیت کا ترجمہ کیا ہوگا؟ یہ آپ خود دیکھ لیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ؀ (الاعراف:۲۷)

مخالفین کے نزدیک جماعت احمدیہ کی مضحکہ خیز تاویل کی رو سے اس آیت کا یہ ترجمہ بنے گا کہ اے آدم کے بیٹو! ہم نے تمہیں ایک لباس عطا کیا ہے جو تمہاری برائیوں کو ڈھانپتا ہے اور لِبَاسُ التَّقْوٰى بہر حال بہتر لباس ہے ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔لباس تو آسمان سے نہیں اترتا لباس تو زمین سے پیدا ہوتا ہے اور ہم خود بناتے ہیں۔بقول ان کے یہ تاویل مضحکہ خیز ہے کیونکہ لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا۔اس آیت کی دیگر علماء کے نزدیک غیر مضحکہ خیز تاویل یہ ہوگی کہ اے آدم کے بیٹو! تم دیکھتے نہیں کہ ہمیشہ تمہارے سارے لباس آسمان سے گرتے ہیں کبھی کرتوں کی بارش ہوتی ہے، کبھی شلواروں کی بارش ہورہی ہوتی ہے، کبھی بنیانیں گررہی ہوتی ہیں اور کبھی آسمان سے تمہاری پگڑیاں اتر رہی ہوتی ہیں۔اے بیوقوفو! ان نشانات کو دیکھنے کے باوجود تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے؟

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀ (الحدید:۲۶)

جہاں تک حدید کا تعلق ہے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ یہاں بھی جماعت احمدیہ کے نزدیک لفظ نزول چونکہ غیر معمولی فوائد کی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے جماعت احمدیہ کے نزدیک اس کا ترجمہ لوہے کا ظاہری طور پر اترنا ہرگز نہیں کیونکہ وہ تو زمین سے نکلتا ہے بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے غیر معمولی فوائد اس کے ساتھ وابستہ فرما دیئے ہیں اس لئے وہاں لفظ نزول آیا ہے۔

معترضین کے نزدیک اس آیت کا ''غیر مضحکہ خیز'' ترجمہ یہ ہوگا لَقَدْ اَرْسَلْنَا کہ ہم نے رسولوں کو کھلے کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے اور ہم نے ان کے ساتھ کتابیں آسمان سے اس طرح اتاری ہیں جس طرح اولے گرتے ہیں یعنی جب نبی پیدا ہوئے یا نبیوں کو ہم نے نبی بننے کا حکم عطا فرمایا تو اس وقت تم نے دیکھا نہیں کہ آسمان سے بنی بنائی کتابیں بھی گر رہی تھیں۔ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ہم نے ظاہری طور پر کتابوں کو اس لئے گرایا تھا تا کہ تم لوگ انصاف پر قائم ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کتابوں کے نازل ہونے پر تعجب کرتے ہو کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ہم لوہا بھی اسی طرح آسمان سے پھینکتے ہیں اور کئی دفعہ تم دوڑ دوڑ کر اپنے گھروں میں چھپتے رہے ہو کہ لوہے سے سر نہ پھٹ جائیں اور جانوروں کو چھپاتے رہے ہو کہ کہیں لوہے کے گرنے سے بیچارے جانور نہ مر جائیں۔ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ اس میں لڑائی کے بھی سامان ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی فائدے ہیں پھر بھی تم ان باتوں سے عقل نہیں سیکھتے۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ہم نے ظاہری طور پر کتابیں اس لئے اتاریں اور تم پر لوہے کو بھی برسایا تا کہ اللہ کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی غیب کی حالت میں کون مدد کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت قوی اور غالب ہے۔ تو یہ ہے وہ ترجمہ جو غیر مضحکہ خیز کہا جاتا ہے۔

یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا ایک اور آیت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۷

(الزمر:۷)

حکومت پاکستان کے نزدیک جماعت احمدیہ کا مضحکہ خیز ترجمہ اس آیت کا یہ ہے۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ تمہیں ایک جان سے پیدا کیا جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اسی سے تمہارا جوڑا بھی پیدا کیا پھر وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ آٹھ جانور انعام میں سے تمہارے لئے ایسے پیدا کئے جو بے حد فوائد تمہارے لئے رکھتے ہیں اور خدا کی خاص عطا ہیں۔ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی ماؤں کے پیٹ میں کئی قسم کی تخلیق میں سے گزارتا ہے۔ اور یہ واقعات تین اندھیرے کے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ یہ اللہ تمہارا رب ہے اور اسی کی بادشاہت ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے پاؤں پھیرے جاتے ہو۔ یہ ترجمہ تو مضحکہ خیز ہے (حکومت پاکستان کے نزدیک) اور ان کے نزدیک اس آیت کا غیر مضحکہ خیز ترجمہ یہ بنے گا باقی ترجمہ تو تقریباً ایک جیسا ہی ہوگا لیکن جب مولوی اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ پر پہنچیں گے تو وہ کہیں گے کہ لفظ نزول آیا ہے اس لئے اس لفظ کا ترجمہ یا تاویل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس طرح تو قرآن کریم کے ساتھ تمسخر ہو جائے گا۔ اس لئے ہم نے ضرور اس کا لفظی ترجمہ کر کے چھوڑنا ہے اور اس کا لفظی ترجمہ یہ بنتا ہے کہ ہم نے تمہارے سامنے آٹھ جانور جو انعام سے تعلق رکھتے ہیں اتارے ہیں اور تم ان کو آسمان سے گرتے ہوئے دیکھتے ہو، ان کی بارشیں برستی ہیں تو تم بھاگ بھاگ کر ان کو باندھتے ہوئے اپنے گھروں میں لے جاتے ہو اور پھر بھی خدا کی قدرتوں کا انکار کر رہے ہو۔ پس یہ وہ آیات ہیں جن کا تعلق مختلف قسم کے نزول سے ہے۔

اب میں اس حصہ کی طرف واپس آتا ہوں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض اٹھایا گیا ہے ان کی دلیل کی جان یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کے نازل ہونے کے متعلق حدیث

نبویؐ میں لفظ نزول استعمال ہوا ہے لہٰذا ہم کسی قیمت پر بھی اس کا ایسا ترجمہ نہیں کرنے دیں گے کہ اس کی تاویل کرنی پڑے بلکہ اس کا صرف لفظی ترجمہ ہی کیا جا سکتا ہے اور جب بھی آپ لفظی ترجمہ سے ہٹیں گے وہاں **نعوذ باللہ من ذلک** تضحیک شروع ہو جائے گی اس لئے (بقول ان کے) جماعت احمدیہ کے دلائل بالکل بودے اور بے معنی اور مضحکہ خیز ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کے متعلق تو لفظ نزول احادیث میں آیا ہے لیکن آنحضرت ﷺ کے متعلق لفظ نزول قرآن کریم میں آیا ہے۔ جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے خطبہ کے شروع میں آیت تلاوت کی تھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم میں ذِكْرًا رَّسُوْلًا کو نازل فرمایا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ قرآن کریم کی رو سے سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی ایک نبی کے متعلق بھی لفظ نزول استعمال نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ انہیں فہم نہیں ہے یہ لوگ ظاہر پرست ہو چکے ہیں اس لئے ان کے ذہن معارف سے کلیۃً خالی ہیں، یہ کلام الٰہی کو سمجھتے ہیں اور نہ عقل ہی اتنی رکھتے ہیں کہ کلام الٰہی کا ایسا ترجمہ کریں جو اللہ کے وقار کے مطابق ہو بلکہ ظاہر پرست ہونے کی وجہ سے ان کو اصرار ہوتا ہے کہ لفظی ترجمہ کیا جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ لفظ نزول جو مختلف صورتوں میں آیا ہوا ہے اس کی حکمت کیا ہے۔ چنانچہ اب میں آپ کو کھول کر بتاتا ہوں کہ جہاں تک دھاتوں کا تعلق ہے لوہے کے سوا قرآن کریم میں کسی دھات کے لئے بھی لفظ نزول استعمال نہیں ہوا۔ بے شمار دھاتیں ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے صرف لوہے کو چنا اور فرمایا کہ اسے ہم نے نازل کیا ہے۔ جانور بھی ان گنت ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ سائنسدان آج تک ان کی قسموں کا شمار نہیں کر سکے لیکن سوائے انعام یعنی چوپاؤں کے خدا تعالیٰ نے کسی جانور کے لئے لفظ نزول استعمال نہیں فرمایا اس کی کیا حکمت ہے؟

ظاہر بات ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو مختلف دھاتوں سے جو فوائد پہنچے ہیں وہ سارے ایک طرف اور لوہے سے جو فائدہ پہنچا ہے وہ ایک طرف۔ یہ بات کل بھی سچ تھی اور آج بھی سچ ہے کہ بنی نوع انسان کو اس ایک دھات نے اتنے فوائد بخشے ہیں کہ تمام دنیا میں جتنی دھاتیں اور معدنیات ہیں انہوں نے مل کر بھی اتنے فوائد نہیں عطا کئے۔ تو بات صاف کھل گئی کہ ان میں سے جو بہترین ہے، جو سب سے اعلیٰ ہے، جس سے عظیم فوائد وابستہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس چیز کے لئے لفظ نزول استعمال فرماتا ہے۔ جانوروں میں دیکھ لیجئے کہ چوپائے جو دودھ دیتے ہیں، جو ہمارے

لئے ہل چلاتے ہیں اور کھیتیاں اگاتے ہیں۔ جن کی کھالیں ہم ہمیشہ کپڑوں کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں اور جن کے بالوں سے آج بھی کپڑے بنتے ہیں اور پھر ذبح کر کے ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں کوئی اور جانور ایسا ہے جس سے انسان کے اتنے فوائد وابستہ ہوں۔ تمام دنیا میں نظر دوڑا کر دیکھ لیں۔ تمام جانوروں کی قسموں نے مل کر بنی نوع انسان کو اتنے فوائد نہیں پہنچائے جتنے ان دودھ دینے والے جانوروں نے جن کو انعام کہا جاتا ہے۔ پھر ان پر سواریاں بھی ہوتی ہیں الغرض بنی نوع انسان کا وہ کون سا فائدہ ہے جس کے لئے ان جانوروں کو استعمال نہیں کیا جاتا ان کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فوائد وابستہ نہیں فرمائے۔

اب رسولوں پر نظر ڈالیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے مگر ان کے لئے قرآن کریم نے لفظ نزول استعمال نہیں فرمایا، ایک ہی نبی ہے ہمارا آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس کے متعلق کلام الٰہی نے فرمایا کہ وہ نازل ہوا ہے اور وہ اس لئے کہ خدا کی قسم ساری کائنات میں جتنے نبی آئے سب نے مل کر بنی نوع انسان کو وہ فوائد نہیں پہنچائے جتنے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پہنچائے۔ ان معاندین کی نظر ہی وہاں تک نہیں پہنچتی، ان کے دل اندھے ہیں، ان کے دماغ ماؤف ہو چکے ہیں، قرآنی اصطلاحوں پر غور نہیں کرتے۔ وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے کہ کیا بیان فرمایا گیا ہے، وہ ان تمام حکمتوں سے عاری ہیں اور پھر اس پر انہیں ہنسی آرہی ہے کہ دیکھو تاویلیں کی جارہی ہیں۔

سنئے! صرف یہی نہیں بلکہ ان میں انصاف بھی نہیں ہے، آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے، ان کے نزدیک تعظیم صرف ظاہری معنوں میں لفظ کے اطلاق کرنے میں ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جب لفظ نزول استعمال ہوا ہے تو اگر ظاہری ترجمہ نہ کیا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک ہوگی اس لئے جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخ ہے اور قرآن و حدیث کی تاویلیں بنا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے رستہ میں روک بن گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لفظ نزول احادیث میں آیا ہے اس کی تاویل تو نہیں کرنے دیتے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اَور سلوک کرتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام سے اَور سلوک کرتے ہیں۔ زبانیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا دعویٰ کرتی ہیں اور دل مسیحؑ کی غلامی

کا دم بھرتے ہیں۔ چنانچہ صرف یہی نہیں ایک اور موقع پر قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ تمہیں بلاتے ہیں لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال:۲۵) تا کہ تمہیں زندہ کریں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی آتا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے لیکن وہ حضرت مسیحؑ (جس کی تعظیم ان کے دل میں ہے) کے لئے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ وہ ظاہری طور پر واقعۃً مردوں کو زندہ کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ (جن کی کوئی تعظیم ان کے دل میں نہیں ہے اور نہ اس میں دلچسپی ہے) کی دفعہ وہ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ لِمَا يُحْيِيكُمْ کہ تا روحانی مردے زندہ ہوں۔ صرف یہی نہیں ہر جگہ ہی وہ تفریق کر رہے ہیں وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان کے دل میں سوائے مسیحؑ کے اور کسی کی عظمت نہیں ہے۔ اور حضرت رسول کریم ﷺ کی عظمت کے گن گانا یا آپؐ کی محبت کا دعویٰ کرنا سب زبان کے قصے ہیں عملاً ناانصافی سے کام لیا جا رہا ہے۔ ایک ہی لفظ جب رسول اکرم ﷺ کے لئے آتا ہے تو اس کے اور معنی کر دیئے جاتے ہیں۔ تو یہ ان کی عقلوں کا حال ہے، مزاج ہی بالکل اور ہے اور ان کا فہم یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''نازل ہوگا'' سے اصلی مسیحؑ کا آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ مثیل مسیحؑ کی آمد مراد ہے تو انہیں بہت ہنسی آتی ہے اور کہتے ہیں کہ تاویل کی بھی حد ہی ہوگئی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مینار سے مراد بیّنات یعنی روشن دلائل ہیں تو انہیں بے حد ہنسی آتی ہے اور کہتے ہیں کہ اِنَّـا لِلّٰہِ نبی بھی کبھی بیّنات لے کر آتے ہیں۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ دمشق کے مشرق سے مراد مثیل دمشق ہے تو بے حد ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضحکہ خیزی کی تو حد ہی ہوگئی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ہر جگہ اصلی ترجمہ کر کے دکھائیں گے اس کے بغیر ہم نے کوئی بات نہیں ماننی۔ مخالفین کے نزدیک یہ سارا واقعہ تو ہنسی والا ہے کہ خدا کا کوئی نبی آسمان سے لٹکتا ہوا نہ اترے بلکہ زمین پر پیدا ہوا اور بیّنات لے کر دلائل کے مینار پر کھڑا ہوا اور صلح کا پیغام لے کر آیا ہو اور پرانے دمشق میں نہیں بلکہ اس کے ایک مثیل شہر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے۔ پس یہ ساری باتیں تو مضحکہ خیز ہیں۔

اب سنئے! ان کا تصور کیا ہے جو مضحکہ خیز نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ آسمان سے کم از کم دو ہزار سالہ ایک بوڑھا اس طرح اترے گا کہ اس نے دو زرد چادریں پہنی ہوں گی (جس طرح سادھوؤں نے پہنی ہوتی ہیں) اور اس نے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہوا ہوگا اور وہ لٹکتا ہوا کسی وقت

دمشق میں اترے گا اور اسے سارے لوگ دیکھ رہے ہوں گے، تالیاں بج رہی ہوں گی کہ آخر کار مسیحؑ آ ہی گئے ہیں۔ جب وہ آسمان سے اترے گا تو پھر کیا کرے گا احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ شادی کرے گا اور اس کے ہاں بچے بھی پیدا ہوں گے۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ پہلے بیوی تلاش کر کے شادی کرے گا یا پہلے دوسرے کام کرے گا۔ مسیحؑ کے دوسرے کام یہ بتاتے ہیں کہ اصلاح نفس کے لئے تو اس نے آنا ہی نہیں اس نے تو سؤر مارنے آنا ہے۔ اس لئے وہ آتے ہی علماء سے فارغ ہو کر بیلوں اور جنگلوں میں گھس جائے گا اور ساری دنیا کے سؤر ختم کرے گا اور ان کا خوب تعاقب کرے گا۔ ایک بیلے سے نکل کر دوسرے بیلے میں، دوسرے سے تیسرے میں اور ہر دریا کے دونوں کناروں پر پھرے گا کبھی اس کنارے کبھی اس کنارے اور دنیا میں کوئی ایک بھی سور باقی نہیں رہنے دے گا۔ پھر جب وہ اس کام سے فارغ ہو گا تو علماء کہیں گے الحمد للہ اب تو مسیحؑ ہم سے خدا کی باتیں کرے گا۔ روحانیت کے قصے سنائے گا لیکن مسیحؑ کہے گا کہ نہیں میرے تو ابھی سارے کام ہی ختم نہیں ہوئے میں نے تو ابھی ایک دجال کو مارنا ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیحؑ کے نزول سے پہلے ایک گدھا پیدا ہو چکا ہو گا اور وہ گدھا اتنا بڑا ہو گا کہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہو گا اور وہ واقعۃً آگ کھائے گا اس پر ایک کانا دجال بیٹھا ہو گا اور وہ اتنا اونچا ہو گا کہ اس کا سر بادلوں میں چھپا ہو گا اور اس گدھے کے پیٹ کے اندر لوگ بھی بیٹھیں گے آپ کو ان باتوں سے ہنسی آتی ہو گی کیونکہ آپ کا ذوق سلیم ان باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ علماء کے ذوق کا جو Sense ہے اس کے مطابق تو ذرا بھی ہنسنے کی بات نہیں ہے بلکہ بالکل اسی طرح ہو گا ادھر مسیحؑ اتر رہا ہو گا اور ادھر کانا دجال ایک گدھے پر بیٹھا ایک آنکھ سے دیکھ رہا ہو گا اور کہہ رہا ہو گا کہ اب میں مارا گیا کیونکہ مسیح مجھے مارنے لئے آ گیا ہے۔ مسیحؑ جب سؤر مار کر فارغ ہو گا تو اس کانے دجال کے پیچھے پڑ جائے گا اور آخر کسی جگہ اس کو زیر کر لے گا۔ پھر علماء کہیں گے الحمد للہ اب تو مسیحؑ فارغ ہوا اور ہماری باری آئی اور اب مسیحؑ ہماری اصلاح کرے گا تو مسیحؑ کہیں گے کہ ابھی تو میں نے صلیبیں توڑنی ہیں۔ پھر وہ گرجوں کا رخ فرمائیں گے اور ساری دنیا کے گرجوں میں جتنی صلیبیں ہیں وہ توڑیں گے۔ اس کے بعد وہ عیسائیوں کے گھروں میں گھسنا شروع کریں گے اور ایک ایک گھر سے صلیبیں توڑیں گے اور ان کے کپڑے الٹا الٹا کر پھینکیں گے کہ شاید کہیں صلیب کا نشان بنا ہوا ہو یا صلیب کپڑے پر بنی ہوئی ہو، کہیں خوبصورتی

سے سجائی گئی ہو یا گلوں میں ہار کی صورت میں لٹکی ہو۔ الغرض وہ ساری دنیا میں ایک بھی صلیب نہیں رہنے دیں گے اور پھر اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اگر مسیحؑ نے شادی نہیں کی تو پھر شادی کریں گے اور دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اس ظاہری ترجمہ پر تو انہیں ذرا ہنسی نہیں آئی بلکہ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ کتنی معقول بات ہے۔

اب سنئے احمدیوں کی تاویل جس کے بارے میں علماء کہتے ہیں کہ پتہ نہیں ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہر جگہ تاویلیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ مسیحؑ اصلی نہ صلیب اصلی، نہ سور اصلی نہ دمشق اصلی اور نہ مینار اصلی کتنی مضحکہ خیز تاویل ہے کہ آسمان سے نازل ہونے کی بجائے خدا کا ایک بندہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہو گا لوگ اس کا انکار کریں گے، اسے گالیاں دیں گے، دجال کہیں گے اور اس کے ماننے والوں کو قتل کریں گے۔ ان کے بچوں کو ذبح کریں گے، ان کے گھر لوٹیں گے اور جو مظالم بھی انسان سوچ سکتا ہے وہ ان کے ساتھ روا رکھیں گے اور جس طرح پہلے مسیحؑ اور اس کے ماننے والوں کے ساتھ مظالم ہوئے تھے ان کے ساتھ بھی کئے جائیں گے۔ اس تاویل پر مخالفین کہتے ہیں کہ دیکھو ہنسی آئی کہ نہیں کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ حکمت، محبت اور پیار کے ساتھ دنیا میں دین حق کو پھیلائے گا۔ صلیب کے خلاف دلائل دے گا اور اتنے عظیم دلائل دے گا کہ صلیب کو توڑ دے گا۔ پھر وہ تقویٰ کی ایسی باتیں کرے گا کہ اس سے گندگیاں صاف ہوں گی اور سؤر صفت لوگ انسان بننا شروع ہو جائیں گے اور وہ تہذیب جسے سؤر کی تہذیب کہا جاتا ہے اس کے خلاف وہ جہاد شروع کر دے گا اور اس طرح سے گویا وہ سؤر مارنے لگ جائے گا۔ پھر وہ ان قوموں کے خلاف نکلے گا جنہوں نے دنیا میں دجل پھیلایا ہوا ہے جن کی دائیں آنکھ اندھی ہے اور وہ روحانیت سے بالکل عاری ہیں اور بائیں آنکھ (جو دنیا کی آنکھ ہے) بڑی روشن ہے یعنی وہ لوگ دنیا میں عظیم الشان ترقی کر چکے ہیں وہ ان کے مذہب کے خلاف جہاد کرے گا اور اسلام کے غلبہ کا سامان کرے گا، ان کے ملکوں تک پہنچے گا اور وہاں سفید پرندے پکڑے گا اس کے غلام دنیا میں ہر جگہ پہنچیں گے اور عیسائیت سے ٹکر لیں گے۔ اس تاویل پر وہ علماء کہتے ہیں کہ یہ کتنی مضحکہ خیز تاویل ہے بیوقوفی کی حد ہی ہو گئی ہے۔

پس اگر تو وہی عقل ہے جو تمہاری ہے اور وہی بیوقوفی ہے جو ہماری ہے تو خدا کی قسم ہمیں لاکھ مرتبہ تمہاری عقل سے اپنی بیوقوفی زیادہ پیاری ہے کیونکہ اسلام اور بانی اسلام کی اس میں شان ہے

اس میں نہیں ہے۔تم نے تو اپنی جہالتیں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف منسوب کرنی شروع کردی ہیں اور وہ جو روشنی کے مینار پر نازل ہوا اور جس نے آکر تمہیں روشنیاں عطا کیں اور تمہاری عقلوں کو روشنی دینے کی کوشش کی مگر تم نے اس سے منہ موڑ لیا اور اپنے سارے دروازے بند کر لئے اور رات کی تاریکی میں بیٹھے ہوئے اس پر ہنس رہے ہو اور کہتے ہو کہ کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ سورج نکل آیا۔اس پر تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا (محمد:۲۵) معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں۔

ایک اور اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان دانی پر ہے کہ آپ کو تو اردو ہی اچھی طرح لکھنی نہیں آتی اور چونکہ مرزا صاحب کو لکھنا نہیں آتا اس لئے اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہے۔اس اعتراض کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> ’’مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھنا خشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے کیونکہ ان کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی۔مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا ہی پھسپھسا تھا اور ان کی تحریر تیسرے درجے کی زمانہ وسطی کی تحریروں کی طرح تھی وہ اپنے مخالفین کو دل کھول کر کوستے اور کبھی کبھی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ان کی بہت سی تحریریں نام نہاد پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہیں جو ان کے مخالفین کی موت کے بارے میں ہوتی ہیں‘‘۔
>
> (قادیانیت۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ صفحہ ۱۳)

ایک یہ خطرہ ہے عالم اسلام کو کہ جس نے دعویٰ کیا ہے اسے اردو اچھا لکھنا نہیں آتا اس کی زبان پھسپھسی ہے،اس میں کوئی مزاح نہیں،کوئی چٹکلے نہیں اس لئے عالم اسلام کو اس شخص سے کتنا شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

یہ اعتراض بھی اول سے آخر تک جھوٹ ہے ہم اگر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کی تعریف کریں تو غیر ہماری باتیں نہیں مانیں گے ہم تو ایک ایک لفظ پر وجد کرتے ہیں اور ہماری روح میں نئے ولولے پیدا ہوتے ہیں اور نئی زندگیاں عطا ہوتی ہیں لہٰذا ہم ان کے علماء سے ہی پوچھتے ہیں یعنی ان علماء سے جو کسی زمانہ میں تقویٰ کا اعلیٰ معیار رکھتے تھے،ان کے مصنفین سے پوچھتے ہیں،

ان کے چوٹی کے اردودانوں سے دریافت کرتے ہیں جن کی تحریریں سارے ہندوستان میں مشہور اور مرغوب ہوئیں کہ جب تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں پڑھا کرتے تھے تو تم پر کیا اثر ہوتا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد مدیر ''وکیل'' امرتسر [۱] چوٹی کے لکھنے والے تھے، صاحب قلم انشاء پرداز اوران کی بہت عمدہ تحریر تھی ان کی تحریر سے ہی آپ اندازہ لگالیں گے کہ ان کی اردو دانی کا معیار کتنا بلند تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو کس نظر سے دیکھا وہ سننے کے لائق ہے مولانا موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر لکھا:۔

> ''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی نظر فتنہ اور دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کرتا رہا''۔

لیکن ان بدقسمتوں کو بیدار نہیں کر سکا۔ پھر لکھتے ہے

> ''یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کر دی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کر رہے گی اور قضا کے حملے نے ایک جیتی جاگتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں تک اس کی یادگار تازہ رکھے گی۔''

---

[۱] (بعض حضرات نے اس شذرہ کو مولانا عبداللہ العمادی کی طرف منسوب کیا ہے۔ جو صحیح نہیں کیونکہ اس کا پرشوکت انداز تحریر بتا رہا ہے کہ یہ مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا ہے۔ اس کی تصدیق مولانا آزاد کی خودنوشت ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی'' مطبوعہ ۱۹۵۸ء دہلی سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۱۷۔۳۱۸ پر مولانا نے لکھا ہے کہ اخبار کے لیڈنگ آرٹیکل سے لے کر جزوی مواد تک سب کا سب تنہا وہ خود ہی مرتب فرمایا کرتے تھے۔ مولانا عبداللہ العمادی لکھنو میں رسالہ ''البیان'' کے مدیر تھے۔)

پھر فرماتے ہیں:

''ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہوا ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔''

دیکھا آپ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیسی ''پھسپھسی تحریریں'' تھیں کہ **نعوذباللہ من ذلک** نہ کوئی مزہ نہ کوئی لذت اور نہ کوئی دلیل ان کی تحریروں میں ملتی ہے پھر لکھتے ہیں:

''ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے۔''

مخالفین کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریروں میں جان ہی کوئی نہیں اور انہوں نے سوائے مخالفوں کی موت کی پیشگوئیوں کے لکھا ہی کچھ نہیں لیکن مولانا ابوالکلام آزاد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ:

''ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔''

اے لکھنے والے خدا تیری زبان مبارک کرے۔ یہ تحریک آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔ پھر لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا

ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔‘‘

نہ کرتے تھے نہ کرنے کی طاقت تھی اپنے زخموں سے چور پڑے سسک رہے تھے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالم اسلام پر یہ ’’ظلم‘‘ کیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ:

’’ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔ انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کر مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا ہے۔‘‘

کتنا بڑا خطرہ ہے عالم اسلام کو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جان، اپنی آن کی قربانی دے کر اور دن رات اپنی ساری طاقتیں اسلام کے دفاع میں خرچ کر کے نہتے، مظلوم مغلوب اور سسکتے ہوئے مسلمانوں کو غالب بنا دیا۔ معاندین کہتے ہیں کہ اس کو ہم معاف نہیں کر سکتے اور صرف ایک نہیں اسلام کے ہر دشمن کو نجت پامال کر کے دکھایا۔ یہ ہے تکلیف آج کے علماء کو کہ ایسا کرنے کی ان کو جرأت کیسے ہوئی۔ یہی صاحب پھر لکھتے ہیں:

’’اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سرانجام دی ہے ان آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کس درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر

اندازکی جاسکیں۔“

اب بیٹھے قیامت تک زور لگاتے رہو۔اب سارے مل کر قیامت تک جو چاہو لکھو حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو اب تم نظر انداز نہیں کرسکو گے۔

پھر لکھتے ہیں:

”آئندہ امید نہیں (کتنا سچ کہا ہے۔ناقل) کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہش محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔“

(اخبار ”وکیل“ امرتسر جون ۱۹۰۸ء بحوالہ ”بدر“ قادیان ۱۸؍جون ۱۹۰۸ء ص ۳۔۲)

پھر اخبار ”وکیل“ میں ۳۰؍ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک مقالہ لکھا گیا جس میں مقالہ نگار نے تحریر کیا کہ:

”جب کہ ان کی عمر ۳۵۔۳۶ سال کی عمر تھی ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں وہ ایک سچے اور پاک باز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے۔“

اسلام کے غلبہ کی تلاش تھی ،اس یوسف کی تلاش تھی جس کی خوشبوئیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آرہی تھیں۔

؎ آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

(درثمین صفحہ: ۱۳۰ مناجات اور تبلیغ حق)

یہ کیفیت تھی جس میں ایک غیر نے آپؑ کو دیکھا اور ان الفاظ میں اظہار کیا:

”کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے

مباحثہ کرتا ہے کبھی حمایت اور حقیت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے ۔ ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا۔“

یہ مسلمان مشاہیر اور چوٹی کے علماء جو تقویٰ کا نام جانتے تھے، جو انصاف پسند تھے، جن کا مذاق بہت اعلیٰ تھا، جن کی تحریریں آج بھی سند ہیں یہ ان کے تاثرات ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ان کے اثرات کے متعلق مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر اخبار ”کرزن گزٹ“ یکم جون ۱۹۰۸ء کو اپنے پرچہ میں لکھتے ہیں:

”مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کی رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا۔“

حکومت پاکستان کو یہی تکلیف ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی تحریریں لکھ گئے کہ جس کے نتیجہ میں آج تک نہ آریوں سے جواب بن سکا نہ عیسائیوں سے جواب بنا اور مخالفین کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ آپ نے اسلام کی مدافعت میں دندان شکن جواب دیئے...... اتنا بڑا خطرہ عالم اسلام کے لئے !!! وائیٹ پیپر میں لکھا ہے **نعوذ باللہ من ذلک** کہ آپ سوائے اس کے مخالفوں سے بدزبانی کرتے تھے آپ کی تحریرات میں اور کوئی بات ہے ہی نہیں۔ حد ہی ہوگئی ہے۔

یہ صرف جہالت ہی نہیں واضح جھوٹ بھی ہے اور جانتے بوجھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کلیۃً بہتان تراشی سے کام لیا جارہا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر ان اعتراض کرنے والوں نے آپ کی کوئی کتاب ہی نہیں پڑھی اور گھر بیٹھے ایک عبارت لکھ رہے ہیں جو سوائے دجل کے اور کوئی بھی مقام نہیں رکھتی۔ اب سنئے! کون گالیاں دیا کرتا تھا (کچھ مثالیں میں بعد میں بھی دونگا) مرزا حیرت دہلوی صاحب مناظرہ کے رنگ بتارہے ہیں کہ وہ کیا تھے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے منصۂ شہود پر کیا ابھر رہا تھا اور مخالفین کی طرف سے کیا حربے استعمال ہورہے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ’’ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اسے یا پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔‘‘

وہ گالیاں دے رہے تھے اور اسلام کی مدافعت کرنے والے اس بطل جلیل کے بارے میں مرزا حیرت دہلوی کہتے ہیں کہ اسے گالیاں دینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

> ’’اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ایک پرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نورالدین مرحوم خلیفہ اول سے جو ناواقف ہیں وہ تو اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں میں مولوی نورالدین صاحب نے بہت مدد دی ہے مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں کہ حکیم نورالدین مرحوم مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ مرحوم کے اردو علم وادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالہ ہے اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔‘‘

سید ممتاز علی صاحب ’’تہذیب نسواں‘‘ (لاہور) میں لکھتے ہیں:

’’مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔‘‘ (بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد۳ نمبر۱۰ صفحہ ۳۸۳۔ ۱۹۰۸ء)

’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی بہاولپور لکھتا ہے:

’’مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کما حقہ، ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔‘‘ (بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد۳ صفحہ ۳۸۲۔ ۱۹۰۸ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب مشہور و معروف لکھنے والے ہیں اور ایسے اردو دان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو سارے ہندوستان میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پھر احمدیت کے مؤید بھی نہیں تھے بلکہ مخالف تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے .... آپ کی تصانیف ..... کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔‘‘ (اخبار ’’منادی‘‘ ۲۷ فروری، ۴ مارچ ۱۹۳۰ء)

مولوی ظفر علی خان صاحب جیسے مخالف احمدیت شخص کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں میں ایک عجیب قوت تھی وہ لکھتے ہیں:

’’ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے آپ کی تصانیف ’’سرمہ چشم آریہ‘‘ اور ’’چشمۂ مسیحی‘‘ وغیرہ آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں لکھی ہیں۔‘‘

(زمیندار ۱۲؍ستمبر ۱۹۲۳ء)

یہ تحریر تو ’’پھسپھسی‘‘ ہے مگر بہر حال تعریف درست ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ قوت کہاں سے ملی بڑے بڑے عالم موجود تھے بڑے بڑے زبان دان تھے جنہوں نے بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیمات حاصل کی تھیں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو گھر میں دیہات کے عام استادوں سے کچھ دو حرف لکھنے پڑھنے سیکھے تھے پھر کہاں سے یہ قابلیت اور غیر معمولی قوت اور شوکت پیدا ہوئی۔ یہ سوال جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس قابلیت میں سے ایک ذرہ بھی اپنی طرف منسوب نہیں فرماتے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ:

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

(درثمین صفحہ ۱۱۷۔ محاسن قرآن کریم)

اس میں میرا تو کچھ بھی دخل نہیں میرا خدا ہے جو مجھے قوت بخش رہا ہے وہی ہے جس نے مجھے بھیجا ہے وہی میری زبان پر معارف جاری کرتا ہے، وہی میرے قلم میں عظیم قوتیں عطا کرتا ہے اور ایسے معارف اسی سے بہتے ہیں جیسے قلزم کے معارف سے ان کا واسطہ ہوا اور وہ اس سے موتی نکالتا چلا جاتا ہے، نکالتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہے نقشہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے متعلق ہے کہ میں کچھ بھی نہیں، میری ذات کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ میری تعلیم بھی کچھ نہیں ہے تم اگر میری تعلیم یا میری ذات پر ہنستے ہو تو جو چاہو کرو لیکن جس قادر مطلق، خالق کائنات کے ساتھ میرا تعلق ہے اس پر ہنسنے کی کیسے جرأت کرو گے۔ پس میری یہ تحریریں اور یہ کلام اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا تعلق سر چشمۂ عرفان سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔‘‘

یہ وہ تحریر ہے جو ان کی نظر میں پھسپھسی ہے۔اب آگے سنئے اس کلام کی شان اور شوکت جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کلام ہی بالکل نرالا ہے، عام انسانی کلام ہے ہی نہیں۔حقیقت میں اس زبان سے خدا تعالیٰ بولتا تھا تب اس میں ایک عظیم قوت اور ایک عظیم شان پیدا ہوا کرتی تھی۔چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔‘‘

کیسا پیارا اور کیسا وجد آفرین فقرہ ہے۔پھر فرمایا:

’’اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کرسکتیں۔کیا وہ زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔‘‘ (ازالۂ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۴۰۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس اقتباس کے بعد اب کچھ اور کہنے کی گنجائش نہیں رہتی سوائے اس کے کہ صرف اتنا کہوں کہ

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی